امام رضا علیہ السلام کو ولی عہدی کی پیشکش

مولانا سید محسن مظفر نقوی اجتہادی، کراچی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب مرو تشریف لائے تو شیخ مفیدؒ کے قول کے مطابق مامون نے چند روز توقف کیا، پھر آپؑ پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ (ارشاد، ص ۲۸۲)

فصل الخطاب میں محمدؒ پارسا نے لکھا ہے کہ جب مرو میں امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے تو اس نے خلافت قبول کرنے کے لئے عرض کیا۔ امام علیہ السلام نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: خدائے عزوجل کی قسم مجھے زہد اور دنیا سے بے رغبتی پر فخر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کو مکرم و محترم کرنے کی کوشش میں ہوں مجھے تمہارے عہدے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (فصل الخطاب، ص ۲۷۳) پارسا نے مزید لکھا ہے کہ مامون کے اصرار پر آپ نے روتے ہوئے خلافت کے بجائے ولی عہدی قبول کی۔

ابن طقطقی نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام مرو پہنچے اور مامون نے آپ کو مجبور کیا کہ عہدۂ خلافت آپ قبول فرمالیں لیکن آپ نے کہا کہ میں اس امر کو قبول نہیں کرسکتا، مامون نے کہا کہ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو ولی عہدی قبول فرمالیں، آپ نے بہ جبر و اکراہ قبول فرمایا۔ (الفخری، ص ۲۶۲)

حضرت علیہ السلام کی ولی عہدی اور بنو عباس کا امتحان

مامون (مؤرخین کے مطابق) اہلبیتؑ سے بہت عقیدت رکھتا تھا اور خاص طور پر امام علی رضا علیہ السلام سے تو اس کو بہت محبت تھی۔ (المامون، ص ۷۳) شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں (یعنی ۲۰۱ھ میں) حضرت علی رضا علیہ السلام امام ہشتم موجود تھے، جن سے مامون دلی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد و تقدس کے علاوہ ان کا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان تھا، مامون نے ان کو ولی عہد کرنا چاہا۔ اس سے قبل اس نے ۲۰۰ھ میں فرامین بھیجے کہ تمام ممالک میں جس قدر عباسی خاندان کے لوگ ہیں آستانۂ خلافت میں حاضر ہوں۔ (ابن کثیر کے بقول) اس زمانہ میں ۳۳/ہزار عباسی دنیا میں موجود تھے یہ سب کے سب آستانۂ خلافت پر جمع ہوئے اور مامون نے ان سب کا استقبال کیا اور یہ لوگ پورے سال شاہی مہمان کی حیثیت سے رہے۔ مامون نے اس عرصہ میں ہر ایک کو امتحان کی نگاہ سے دیکھا (مامون کیونکہ خود بہت عالم و فاضل شخص تھا) وہ سمجھ گیا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو خلافت کے بارِ گراں کو برداشت کرسکے۔ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو وہ خلافت کا اہل سمجھتا تھا چنانچہ اس نے ۲۰۱ھ میں اعیانِ سلطنت اور اراکین دربار پر مشتمل ایک دربار منعقد کیا اور اس میں سب سے خطاب کرکے کہا کہ آج دنیا میں جس قدر آلِ عباس ہیں میں ان کی لیاقت کا صحیح اندازہ کرچکا ہوں، نہ ان میں اور نہ آل علیؑ میں کوئی شخص ایسا ہے جو استحقاقِ خلافت میں آپؑ کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے۔

(المامون، ص ۷۳-۷۲)

حضرت علیہ السلام کی بیعت

۲۰۱ھ میں مامون نے حضرت علی بن موسی الرضا بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو مسلمانوں کا ولی عہد اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا اور ان کو "الرضی من آلِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم" کا لقب دیا اور فوج کو حکم دیا کہ سیاہ لباس ترک کرکے سبز لباس پہنیں۔

(ابن الاثیر، ج ۶ ص ۳۲۶/طبری، ج ۸ ص ۲۱۷/ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۷۱)

طبری (طبری جلد ۸ صفحہ ۲۱۷) نے لکھا ہے کہ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد اپنی چھاؤنی سے بغداد آ کر اپنی سپاہ کے معائنہ ہی میں مصروف تھا کہ اس کے پاس حسن بن سہل کا خط آیا جس میں اس نے عیسیٰ کو اطلاع دی تھی کہ امیر المومنین مامون نے علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ کو اپنے بعد اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے اس انتخاب سے پہلے انھوں نے بنوعباس اور بنوعلیؑ کے ہر شخص پر غور کیا مگر ان سے بہتر، زیادہ متقی اور پرہیزگار اور عالم دین ان کو دوسرا نظر نہیں آیا، انھوں نے رضا آلِ محمدؑ ان کا لقب قرار دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں سیاہ لباس ترک کرکے اب سبز لباس اختیار کروں۔ یہ خط عیسیٰ کو ۲ ررمضان ۲۰۱ھ کو ملا یہ منگل کا روز تھا۔ اس خط میں حسن بن سہل نے اُسے یہ بھی حکم دیا کہ اپنے پاس والوں، سپاہ، افسر اور بنوہاشم کو حکم دے کہ وہ علی الرضاؑ کی بیعت کریں اور تمام پوشاک قبا، کلاہ اور عمامہ سبز پہنا کریں، اور تمام بغداد والوں سے اس پر عمل کرایا جائے۔ (طبری، ج ۸ ص ۳۱۷ / ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۱۷ / ابن الاثیر، ج ۶ ص ۳۳۶)

بنوعباس کا ردِّ عمل اور ابراھیم کی بیعت

اس بیعت پر بنوعباس کا ردِّعمل بہت سخت ہوا، ان میں سے بعض نے تو خوف سے بیعت کرلی لیکن ایک بڑی اکثریت بنوعباس کی اس امر کے خلاف تھی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ خلافت بنوعباس سے نکل کر بنوعلیؑ میں چلی جائے۔ ابن خلدون کے مطابق اس مخالفت اور برہمی کے بانی مبانی دو شخص تھے منصور اور ابراہیم، یہ دونوں مہدی کے بیٹے تھے اور جو کچھ کمی ان دونوں نے مخالفت میں کی اس کو مطلب بن عبداللہ بن مالک، سندی، نصر صیف اور صالح صاحب المصلی نے پورا کردیا، نتیجتاً اہل بغداد نے ذی الحجۃ میں مامون کو اپنے طور پر معزول کرکے ابراہیم بن المہدی سے بیعت خلافت کرلی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہونے میں پانچ روز باقی تھے کہ ابراہیم بن المہدی کی بیعت کی گئی۔ (ابن الاثیر، ج ۶ ص ۳۴۷ / ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۷۲ / طبری، ج ۸ ص ۳۱۷ /) طبری نے لکھا ہے کہ ۲۰۲ھ میں اہل بغداد نے ابراہیم بن المہدی کو خلیفہ بنایا اور مبارک اس کا لقب قرار دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اہل بغداد نے یکم محرم کو ابراہیم کی بیعت کی تھی اور مامون سے علاحدگی اختیار کرلی تھی، جمعہ کے دن ابراہیم منبر پر چڑھا، سب سے پہلے عبداللہ بن عباس بن محمد الہاشمی نے بیعت کی۔ اس کے بعد منصور بن المہدی نے، اس کے بعد تمام بنی ہاشم نے پھر دوسرے فوجیوں نے بیعت کی۔ بیعت لینے کا کام مطلب بن عبداللہ بن مالک کے سپرد تھا۔ اس نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی تھی۔ اسی کے ساتھ سندی، صالح صاحب المصلی، منجاب اور نصیر خدمت گار بھی اس کے منصرم تھے۔ (طبری، ج ۸ ص ۳۱۹) ابراہیم کے سپہ سالاروں نے کافی قتل وغارت گری کی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا طرز عمل

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اس تمام صورت حال کو بچشم خود ملاحظہ فرمارہے تھے۔ ان کو اس امر کا پورا پورا اندازہ تھا کہ بنوعباس آپؑ کی ولی عہدی سے کسی حد تک ناراض ہیں اور وہ اس کے لئے کیا کچھ کرسکتے ہیں، دوسری طرف فضل بن سہل اور حسن بن سہل کا عوام سے جو سلوک تھا اور جس کی وجہ سے اہل بغداد ہی نہیں بلکہ ہر علاقہ کے لوگ مامون سے بیزار تھے، امام اس کا بھی مشاہدہ کررہے تھے۔ امام علیہ السلام اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ مامون نے ولی عہد بنا کر بظاہر آپؑ پر جو اعتماد کیا ہے اس کو آپؑ کس طرح نبھائیں گے، چنانچہ آپؑ نے مامون سے ایک روز اس کا تذکرہ کیا۔ طبری نے اپنی کتاب ''الرسل والملوک'' میں لکھا ہے کہ علی بن موسیٰ بن جعفرؑ نے مامون کو اس فتنہ وفساد اور جنگ وجدل سے مطلع کیا جس میں سب لوگ امین کے قتل کے بعد سے اب تک مبتلا تھے۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ فضل بن سہل نے کبھی آپ کو ملک کے اصلی حالات کی اطلاع نہیں دی بلکہ ہمیشہ ان کو آپ سے چھپایا ہے۔ خود آپؑ کے خاندان والے بعض باتوں کی وجہ سے آپ سے ناراض ہیں اور آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ مسحور و مجنون ہوگئے ہیں۔ آپ کی اس بے خبری کو دیکھ کر انھوں نے آپ کے چچا ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ مقرر کرلیا ہے۔ مامون نے کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے انھوں نے

ابراہیم کو خلیفہ نہیں بلکہ حکومت چلانے اور انتظام قائم رکھنے کے لئے محض اپنا امیر بنالیا ہے فضل نے مجھ سے یہی کہا ہے۔علی الرضاؑ نے کہا فضل آپ سے جھوٹ بول رہا ہے۔ اور اس نے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ ابراہیم اور حسن بن سہل کے درمیان عرصہ سے لڑائی جاری ہے اور وہ لوگ آپ سے اسی وجہ سے ناراض ہیں کہ آپ نے فضل اور حسن کو کیوں اتنا سر پر چڑھا رکھا ہے۔ نیز مجھ سے جو آپ کے خاص تعلقات ہیں اور آپ نے جو مجھے اپنا ولی عہد بنایا ہے یہ بات بھی ان کو سخت ناگوار ہے۔ مامون نے جب یہ سنا تو ششدر رہ گیا لیکن اس نے دوسرے لوگوں سے تصدیق چاہی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یحییٰ بن معاذ، عبدالعزیز بن عمران اور چند قومی امراء ان واقعات سے بخوبی واقف ہیں۔ مامون نے ان کو لانے کا حکم دیا، انھوں نے جان کی امان کی درخواست کی، مامون نے خود اپنے ہاتھ سے امان لکھ دی تو ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی باتوں کی تصدیق کی۔ جب مامون سرخس پہنچا تو لوگوں نے فضل بن سہل کو حمام میں پا کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہ چار افراد غالب المسعو دی الاسود، قسطنطین الرومی، فرج الدیلمی اور موفق الصقلبی تھے۔ یہ چاروں مامون کے خدمتگار تھے۔ فضل کے قاتلوں کا انعام مقرر کردیا گیا تو عباس بن الہیثم بن بزرجمہر الدینوری انھیں پکڑ کر لایا، مامون کے سامنے جب یہ لوگ پہنچے تو انھوں نے کہا کہ آپ ہی نے تو ہمیں حکم دیا تھا۔ لیکن مامون کے حکم سے ان کی گردنیں اُڑا دی گئیں۔ (طبری، جلد ۸ ص ۳۲۶)

امام رضا علیہ السلام کا نمازِ عید کے لئے جانا اور لوگوں کا اشتیاقِ زیارت

ایک دفعہ جب عید کا دن آیا تو مامون نے حضرتؑ سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نمازِ عید پڑھا دیں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور کہا کہ میں حکومت کے کسی کام میں مداخلت نہیں کروں گا، لیکن مامون برابر زور دیتا رہا۔ آپؑ نے فرمایا مجھے معاف رکھو ورنہ میں اسی طرح نمازِ عید پڑھانے جاؤں گا جس طرح میرے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تھے۔ مامون نے کہا آپ کو اختیار ہے جس طرح جی چاہے جائیں۔ اس کے بعد اس نے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرتؑ کے دولت کدہ پر حاضر ہوں۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ اشتیاقِ دیدار میں سڑکوں پر جمع ہوگئے اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں تاکہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے مرکب کی زیارت کرسکیں۔

ادھر آفتاب نکلنے کے بعد حضرت نے غسل کیا اور کپڑے بدلے۔ سفید عمامہ سر پر باندھا، عطر لگایا، عصا ہاتھ میں لے کر عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے اس کے بعد غلاموں اور نوکروں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کرکے اور کپڑے بدل کر اسی طرح پیدل چلو۔ حضرتؑ نے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا۔ کپڑوں کو سمیٹا اور ننگے پاؤں ہوگئے۔ پھر دو تین قدم چل کر ٹھہرے اور سر آسمان کی طرف بلند کرکے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا۔ حضرت کے ساتھ نوکروں اور غلاموں نے بھی تکبیر کہی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپؑ تکبیر کہتے تھے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار آپ کی تکبیر کا جواب دے رہے ہیں۔ اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے۔ سب کی حالت بدل گئی، لوگوں نے چھریوں سے جوتیوں کے تسمے کاٹ دیئے اور جلدی جلدی جوتیاں اتار کر ننگے پاؤں ہوگئے۔ شہر بھر کے لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے۔ شہر میں ایک کہرام بپا ہوگیا۔ اس کی خبر مامون کو ہوئی۔ سہل بن سہل نے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو پتا نہیں ہمارا کیا بنے، سب لوگ انھیں کی طرف ہوجائیں گے۔ مامون فوراً بھانپ گیا اور اس نے ایک آدمی کو بھیج کر درخواست کی کہ آپ کو اس طرح بہت زحمت ہو رہی ہے، آپ واپس تشریف لے آئیں جو ہر سال نماز پڑھاتا تھا وہی پڑھا لے گا، بعد میں مامون نے خود نماز پڑھائی۔

(وسیلۃ النجاۃ ص ۳۸۲/ نورالابصار ص ۱۴۳/ اخبارِ آثار ص ۹۹)

